۱

ناظرین!

مرزا رسوا صاحب نے جو میری سرگزشت تحریر کی ہے وہ غالباً آپکی نظر سے گذری ہوگی۔ خیر یہ میں اب نہیں کہتی کہ اچھا کیا یا برا۔ مگر پہلے سے اس کا اقرار نہ تھا اسلئے کسی قدر ملال ہوا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری آوارگی کا افسانہ چھاپ کر شائع کیا جائیگا تو شاید میں ہرگز اوسکے بیان کرنے پر راضی نہوتی۔ واقعی مرزا صاحب کا چکمہ چل گیا۔ لطف یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں نے تجھپر احسان کیا۔ اگر درحقیقت یہ احسان ہے تو میں بھی اونکے ساتھ اوسکا عوض کرتی ہوں۔

دشنام دے کے مجھکو بہت خوش نہو جیے
کیا کیجیے گا آپ جو میری زبان کھلی

مرزا رسوا صاحب کے حالات کا دریافت کرنا سہل نہ تھا۔ یہ وہ شخص ہیں جو اپنا نام تک لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ رہتے ایسی جگہ ہیں جہاں کسیکی مشکل سے رسائی ہو سکتی ہے۔ میں صرف ایک مرتبہ آپکے دولت خانہ پہ حاضر ہوکر اوسکی زیارت سے مشرف ہو چکی ہوں۔ مگر اوسوقت تک جب مجھے معلوم تھا کہ آپ گھر پر نہیں تشریف رکھتے۔ بات یہ تھی کہ جب سے آپ نے میری سوانح عمری کے شائع کرنے کا قصد کیا مجھے بھی کد ہو گئی تھی کہ آپ کے بعض اسرار سے دنیا کو واقف کروں اسکے لئے مجھے خاص اہتمام کرنا پڑا آپ کا ایک ملازم خاص جسکے نام و نشان سے میں مطلع نہیں کر سکتی مجھسے موافق ہو گیا۔ ایک دن آپ ایک دوست کے گھر پر مشاعرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ بندی نے فوراً گاڑی کرایہ کی اور آپ کی کوٹھی پر پہونچی آپ کا آدمی جو مجھسے مل گیا تھا اوسنے چپا چپا مجھے دکھا دیا۔ اسی آدمی کے ذریعہ سے آپ کی ایک کتاب جس میں ایک قصہ برا اور بہت سے خطوط اور ایک ناتمام مثنوی "نالۂ رسوا" میرے ہاتھ آگئی۔ کچھ حالات بعض دوستوں سے معلوم ہوئے غرضکہ ان سب واقعات کو میں نے بطور خود لکھکے چھپوا لیا۔ جس دن مرزا صاحب نے میری سوانح عمری شائع کی اور ایک جلد میرے ملاحظہ کیلئے بھیجی اوسیدن میں نے اس مختصر تحریر کی ایک جلد اونکی خدمت میں روانہ کی [illegible] صاحب خوش تو ہوئے ہونگے۔ مگر کیا کر سکتے ہیں۔

فدوی
امراؤ جان ادا

یکم اپریل ۱۸۹۹ء

۲

جنونِ انتظار

یعنے

فسانہ مرزا رسوا

خوبصورت ہو نیک سیرت ہو
اور کیا چاہیئے بشر کے لئے

مرزا رسوا صاحب کی وجاہت اور طلاقت لسانی میں غضب کی دلاویزی ہے جس محفل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ عورت مرد سب انھیں کیطرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ جب یہ باتیں کرتے ہیں لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرتے ہیں۔ کوئی شخص کیسا ہی مغموم ہو انکے پاس دو گھڑی بیٹھے غم غلط ہو جائے۔ روتے آدمی کو ہنسا دینا انکی ادنیٰ بات ہے۔ خدا کی دی ہوئی ذہانت پر نظرہ علمیت اور تجربہ کاری ایسے اوصاف نے انکے جوہر ذاتی کو اور جلا دیدی ہے۔ طبیعت کی موزونی شوق شعر و سخن کو حسن پرستی کے مذاق نے چمکا دیا ہے۔ ان سب اوصاف کے ساتھ مزاج میں کسیقدر سنک ہے بعض طبیعون کی بیرنگی ہے کہ دشمنوں کو جنون کا دورہ کا خلل ہے۔ کسی کو یہ خیال ہے کہ آپ کو پریوں کی تسخیر کا شوق ہے۔ غرضکہ کچھ نہ کچھ اسرار ضرور ہے۔

مرزا صاحب کے ایک دلی دوست نے۔ فرض کر لیجئے کہ میں نے۔ آپکے اوصاف مثنوی نالہ رسوا کے وزن پر موزون کئے ہیں وہ یہاں حوالہ قلم کیے جاتے ہیں۔

اک مرے یار مہربان رسوا | وحشی آوارہ خانمان۔ رسوا
مست و آشفتہ حال و آوارہ | بیدل و بے قرار بے چارہ
ہرزہ گرد طریق گمنامی | رہرو شاہراہ ناکامی
دل پریشان و مضطرب و بیتاب | زار و بیمار و بے خور و بیخواب
پیشوائے فریق فقر و فنا | رہنمائے طریق اہل وفا
کشتۂ تیغ الفتِ جلاد | بسمل تیر حسرت بیداد

سر شوریدہ وقف پامالی — مغز آشفتہ ہوش سے خالی
موبمو حسرت و پریشانی — سربسر بیدلی و حیرانی
چشم بیخواب خواب سے محروم — دل بیتاب تاب سے محروم
اشک پر شور غیرت طوفان — چشمۂ خون ہر اک بن مژگان
قطرۂ اشک ارغوانی رنگ — چہرۂ زرد زعفرانی رنگ
خشک ہونٹوں پہ آہ شعلہ فشان — اک پریوش کا نام ورد زبان
مختصر یہ کہ دل پھنسا ہے کہین — دل بیگانہ آشنا ہے کہین
کسی کافر کو پیار کرتے ہین — دین و ایمان نثار کرتے ہین
دوست ہین سیر کیا کہون انکو — سچ تو یہ ہے کہ ہے جنون انکو
اسقدر بھی کسی پہ مرنا کیا — دشمن جان کو پیار کرنا کیا
اسمین جی کا زیان ہے صاحب — جان ہے تو جہان ہے صاحب
حد سے گذری ہوئی محبت ہے — دشمنون کی خراب حالت ہے
بس بس اب ترک کیجیے یہ طور — عشق سے باز آئیے نے الغور
آپ کیون مرتے ہین خدا کے لئے — اور پھر ایک بے وفا کے لیے
فائدہ حسرت و تمنا سے — فائدہ انتظار بیجا سے
داد بیداد سے نہوگا کچھ — آہ و فریاد سے نہوگا کچھ
جستجوے وصال سے حاصل — آرزوے محال سے حاصل
عشق صبر آزما ہے بے تاثیر — نالۂ نارسا ہے بے تاثیر
آپ سا عاقل اور فرزانہ — یون ہو بیٹھے بٹھائے دیوانہ
ہو اگر کچھ دماغ مین نہ خلل — قول ناصح پہ چاہیے ہے عمل
جل کے کبھی ہو نہین تعلیٔ معاف — ورنہ ہین آپ مجمع اوصاف
بذلہ سنج و ظریف و سحر طراز — رازدار طلسم راز و نیاز
شاعر نکتہ دان بلیغ و فصیح — صاحب امتیاز و ذوق صحیح
کسنے پایا ہے یہ مذاق سخن — تیز طبع و ادیب و ماہر فن
آپ کا شیوہ خوبیٔ تقریر — آپ کا حصہ شوخیٔ تحریر
صفت رزم و بزم پر قادر — جملہ اصناف نظم پر قادر

سچ تو یہ ہے کہ حضرت رسوا
آج ہین فن شعر مین یکتا

بات سے بات کرتے ہین پیدا
قدردان کیون نہ دل سے ہون شیدا

ہے قناعت نشان اہل کمال
بے نیازی ہے شان اہل کمال

انکو شہرت کی آرزو ہی نہین
قدردانون کی جستجو ہی نہین

لوگ ایسے بھی ہین کہین ملتے
ایسے ویسون کو وہ نہین ملتے

کب کسی سے وہ رُک کے ملتے ہین
جس سے ملتے ہین جھک کے ملتے ہین

صاف باطن ہین پاک طینت ہین
خوبصورت ہین نیک سیرت ہین

اونکی ہر بیت مین لطافت ہے
اونکے ہر شعر مین نزاکت ہے

ہے وجاہت بھی اونکی شان کے ساتھ
ہے شجاعت بھی آن بان کے ساتھ

رعب بھی داب بھی وقار بھی ہے
حسب موقعہ کچھ انکسار بھی ہے

اونکے اوضاع ہین حکیمانہ
اونکے اخلاق ہین کریمانہ

دل سے شرع رسولؐ کے پابند
بہت اپنے اصول کے پابند

بسکہ ہے سادگی طبیعت مین
ہے کچھ آزادگی طبیعت مین

گو کہ ظاہر نہو درست بنو
ہان عقیدہ کسی کا سست نہو

جسم کو جان سے تعلق ہے
دل کو ایمان سے تعلق ہے

جی مین اونکے سوای خیر نہین
صلح کل ہین کسی سے بیر نہین

قید ہے اہل ریا کی گھاتون سے
چڑہ ہے اونکو چھچھوری باتون سے

توریہ سے کمال نافر ہین
دشمن وضع اہل ظاہر ہین

نہ تکلف ہے اونکی عادت مین
نہ تعصب ہے اونکی خصلت مین

جانتے ہی نہین وہ شر و فساد
جانتے ہی نہین ۔ وہ بغض و عناد

نہ بگڑتے ہین عیب بین سے کبھی
نہ جھگڑتے ہین نکتہ چین سے کبھی

بے تکلف ہین ہم نشین سے بہت
نہیں بنتی جہان جبین سے بہت

مجھپہ جو اتنی مہربانی ہے
یہ بھی اک اونکی قدردانی ہے

بسکہ اونسے نیاز ہے مجھکو
اپنی قسمت پہ ناز ہے مجھکو

اپنی نظرون مین خود عزیز ہون مین
مین ہی سمجھی کہ کوئی چیز ہون مین

ورنہ مین کیا مری حقیقت کیا
میرا دل کیا مری طبیعت کیا

۵

مجھ دیوانہ کا کیا آپ پتا پوچھتے ہیں
دہشت آباد میں ہو خاص سکونت میری

یہ شعر گویا میں نے مرزا صاحب کی زبانی کہا ہے۔ واقعی آپ جہاں رہتے ہیں اسکو دشت بلا کہنا چاہیے۔ لکھنؤ سے دو کوس کے فاصلہ پر اس سڑک کے قریب ہوکر جو بیلی گارڈ کو نواب گنج کو جاتی ہے۔ ایک باغ کی مختصر چار دیواری نظر آتی ہے اسکے چاروں طرف کوسوں تک میدان ہے۔ کہیں آبادی کا نام و نشان نہیں۔ پہلے اس سڑک پر مسافروں کی آمد و رفت زیادہ تھی۔ مگر جب سے اسٹیشن ریل نکلی بہت کم لوگ آتے جاتے ہیں۔ اس عالم ہو میں مرزا صاحب کی سکونت ہے۔ یہاں آپ مع دو تین ملازموں کے رہتے ہیں۔ اس باغ کے وسط میں ایک چھوٹی سی کوٹھی بہت خوشنما بنی ہوئی ہے کوٹھی کے سامنے تھوڑی دور پر ایک پختہ گول چبوترہ ہے۔ اسکے گرد چمن بندی ہے یہ صبح و سر شام بیٹھنے کی جگہ ہے باغ کے اوتر کی طرف کے گوشہ میں ایک جالی دار چوبی احاطہ ہے اسمیں پتھروں کی پہاڑیاں بنی ہوئی ہیں اور بہت عجیب و غریب اقسام کے درخت اس قرینہ سے لگائے گئے ہیں کہ وہ گویا انہیں پتھروں سے اوگے ہوئے معلوم ہوتے ہیں انکے وسط میں ایک سفید سنگ کا حوض پانی سے بھرا ہوا ہے چاروں طرف پختہ نالیاں بنی ہیں یہ احاطہ سرکیوں سے چھپا ہوا ہے۔ گرمیوں کے دنوں میں یہاں بڑی خنکی ہوتی ہے۔ کیونکہ کئی سقے متواتر پانی چھڑکا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب دوپہر کو اکثر یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ فکر اشعار کے لئے یہ مقام بہت ہی مناسب ہے۔ کوٹھی اندر سے خوب سجی ہوئی ہے اسکے ایک کمرہ میں مرزا صاحب خود آرام کرتے ہیں باقی اور کمرے مقفل رہتے ہیں۔

مثنوی نالہ رسوا میں اس کوٹھی کے حالات خود مرزا صاحب نے اس طرح نظم فرمائے ہیں

یہ کوٹھی ہے جس میں رہتا ہوں	صدمہ انتظار سہتا ہوں
ایک صاحب تھے پہلے اسمیں مقیم	صاحب علم اور عقیل و فہیم
شوق تھا اونکو علم و حکمت سے	ذوق تھا نکتہ ہائے فطرت سے

اس کوٹھی کا ایک کمرہ جو پہلے آدمی نے قفل کھول کے دکھایا تھا اوسمیں کچھ سائنٹفک آلات اور الماریاں انگریزی کتابوں کی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں۔
کوٹھی کے سامنے ایک چھوٹا سا چھپرا ہے اسکے چاروں طرف لوہے کے تاروں

کی جالی ہے اسمیں طرح طرح کے آلات نصب ہیں آدمی کی زبانی معلوم ہوا کہ انکے دیکھنے سے گرمی۔ سردی۔ آندھی۔ مینہ زلزلے وغیرہ کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں باغ کے ایک طرف مجھکو ایک پختہ بہت گہری باولی دکھائی گئی ادھر تو ہے کے ستونوں سے ایک بہت اونچا برج بنا ہوا ہے اس باولی اور برج میں نیچے سے اوپر تک اندھیرا گھُپ ہے دن کو لالٹین جلا کے جانا ہوتا ہے۔ برج کی چھت میں جا بجا سوراخ ہیں ان سوراخوں میں سے دن کو ستارے نظر آتے ہیں۔ اس باولی کے قریب ایک چھوٹی سی پختہ کوٹھری ہے۔ اسمیں کئی بڑی بڑی دوربینیں دو کرسے اور کچھ اور سامان رکھا ہوا ہے جسے میں نہیں سمجھ سکتی۔ مرزا رسوا صاحب اون صاحب کے حال میں جنکی یہ کوٹھی اور باغ ہے اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔

ایک لڑکی تھی اوس کی حور لقا	حسن میں مہرو ماہ سے بھی سوا
کیا کہوں تجھسے کیسی صورت تھی	لے یہ تصویر ایسی صورت تھی

یہ تصویر خوش قسمتی سے ہمیں مل گئی ہتی۔ مگر مرزا رسوا صاحب نے بامرار ہم سے واپس لے لی ورنہ اوسکی نقل ہم ضروری شایع کرتے۔

دیکھ تو کس بلا کی صورت ہے	یہی میری قضا کی صورت ہے
یہی قاتل ہے جان بسمل کی	یہی جلاد ہے مرے دل کی
ایسی کافر نظر نہ دیکھی تھی	ایسی بیداد گر نہ دیکھی تھی
اسی کافر ادا پہ مرتا ہوں	دیکھ اس دلربا پہ مرتا ہوں
تو نہ کہہ میرا دل تو قاتل ہے	بخدا چاہنے کے قابل ہے

سمیں کوئی شک نہیں۔ میں بھی مرزا صاحب کی خوش نظری کی داد دیتی ہوں۔

بخدا چاہنے کے قابل ہے

دیکھ اس چشم نیم باز کو دیکھ	اس نگاہ کرشمہ ساز کو دیکھ
انہیں آنکھوں کی ہو یہ بیماری	انہیں زلفوں کی ہو گرفتاری
دیکھ ابرو میں کیا کھچاوٹ ہے	دیکھ نظروں میں کیا لگاوٹ ہے
ہو کھچاوٹ کس امتیاز کے ساتھ	ہو لگاوٹ مگر ہے ناز کے ساتھ
دیکھ شوخیاں تبسم کی	سو پنج بھر خوبیاں تکلم کی

لطف تقریر کیا بیان کرون
کیونکر اوسکی ادا بیان کرون

لطف تقریر کے باب مین مرزا نے جو اشعار لکھے ہین واقعی وہ اوسکے قابل ہین۔ کیا نزاکت پیدا کی ہے۔

جسکی تصویر کھینچنا ہو محال
کسطرح ہو بیان اوسکو وہم و خیال

کیا بیان ہو نزاکت تقریر
جس سے عاجز ہے صنعت تصویر

کاش تصویر بولنے لگتی
رمز تقریر کھولنے لگتی

کیونکر آواز اوسکی سنوا دون
خط ہی دو چار اوسکے دکھلا دون

یہ سب خطوط انگریزی زبان مین ہین مگر حسب موقع اونہین سے بعض کا ترجمہ بجنسہ لکھدیا ہے۔ اوس سے مرزا رسوا صاحب کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ طرز ادائے مطلب بالکل سیدھا سادھا ہے مگر یہ سادگی تکلف سے خالی نہین۔ لفظ لفظ مطلب خیز اور فقرہ فقرہ حیرت انگیز ہے مجھے رشک ہوتا ہے کہ کاش مین ایسی عبارت اردو مین لکھنے لگتی۔

دیکھو تقریر کی وہ لاویزی
دیکھو فقرون کی آفت انگیزی

تو ہی کہہ مین یہ کیسی تحریرین
تو نے دیکھی ہین ایسی تحریرین

کیا کہون مین تو پڑھ چکا سو بار
تو ہی کہہ کوئی لفظ ہے بیکار

نثر عاری مین ایسی رنگینی
سحر ہے سحر کیسی رنگینی

حرف مطلب کا ہی کہین لکھا
سب لکھا اور کچھ نہین لکھا

یہ تو طرز تحریر کا بیان تھا۔ اب انداز تقریر کا حال سنئے۔ واقعی اسکے بیان مین مرزا نے کمال شاعری کو صرف کیا ہے۔

لب و لہجہ مین اوسکے سو اعجاز
برق سے بڑھکے شعلۂ آواز

اوسپہ طرہ کمال موسیقی
دل سے محو خیال موسیقی

کسی اوستاد کی سکھائی ہوئی
دل کا فرین لے سمائی ہوئی

یہ شعر اور اسکے بعد کے دو تین شعرون کا مطلب وہی خوب سمجھ سکتا ہے جسکو فن موسیقی مین دستگاہ ہو۔

اوسکی ہر بات مین تناسب ہے
جو ہر ذات مین تناسب ہے

کسقدر چال ڈھال موزون ہو
چال کیسی خیال موزون ہے

زلف طرار پیچ و خم سے درست　　طرز رفتار تال سم سے درست
شوخی نقش پا فساد انگیز　　اور وہ بوٹا سا قد قیامت خیز

اسکے بعد جو شعر ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگت گوری تھی۔ نزگمنون کا رنگ گورا ہوتا ہی ہے۔ مگر اسکا حال تصویر سے نہیں معلوم ہو سکتا۔

کیسی سرخ و سفید رنگت تھی　　گورے بن پر ادا قیامت تھی
گورے دیکھے جو آج تک دلبر　　او نمکین ہوتے ہیں بے نمک اکثر
ان میں شوخی ذرا نہیں ہوتی　　اس بلا کی ادا نہیں ہوتی

واقعی گورے رنگ کے معشوق اکثر بے نمک ہوتے ہیں۔ شوخی صباحت کے ساتھ اور سنجیدگی ملاحت کے ساتھ بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔

ان مس صاحبہ کے حسب نسب کے بارے میں مرزا رسوا فرماتے ہیں۔

انکے دادا کا تھا فرانس وطن　　اور نانا تھے ساکن لندن
ہوئے ماں باپ ہند میں پیدا　　دل سے اس سرزمیں کے تھے شیدا

مس صاحبہ خود لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ پیدائش کی تاریخ تصویر کی پشت پر تحریر تھی افسوس میں نقل کرنا بھول گئی۔

لکھنؤ میں یہ خود ہوئیں پیدا　　تھا یہی شہر جائے نشو و نما
انکی دایہ بھی لکھنؤ کی تھی　　انکی آیہ بھی لکھنؤ کی تھی
مادری زبان تو انگریزی تھی۔ مگر
بولتی تھیں زبان اُردو صاف　　کس قدر با محاورہ شفاف
لکنت انکی زبان میں نہ کیا دخل　　گنجلک انکے بیان میں کیا دخل

افسوس کہ اُردو زبان کا کوئی نمونہ ہمارے پاس موجود نہیں۔ ہمنے اپنی زندگی میں کسی ولایت الاصل صاحب یا میم صاحب کو با محاورہ اُردو بولتے کم سنا ہی مگر مرزا رسوا کی شہادت ہے اسے تسلیم کیے لیتے ہیں۔ مگر صحیح ہو تو مس صاحبہ کی ذہانت قابل تعریف ہے۔

انکی تقریر تھی شعر یگانہ　　یوں ہی سارا رنگ تھا ظرف یگانہ

مرزا رسوا اپنے اور مس صاحبہ کے تعلقات کے وجوہ اسطرح تحریر کرتے ہیں۔

میرے علوی ناداد و غیور　　ہو کہ ہیں سارے شہر میں مشہور

مرزا صاحب کے بہت ہی خلاف ہوگا ورنہ ہم نام لکھ دیتے۔

فوج شاہی مین تھے کمان افسر   اونکے احسان تھے انکے والد پر
غدر مین اپنے گھر مین کرکے ہنہان   دشمنون سے بچائی اونکی جان
گو کہ وہ معرض خطر مین رہے   مگر آرام سے یہ گھر مین رہے
عورتون مین بڑھی ملنساری   مدتون تک یہ رسم تہا جاری
میم صاحب کبھی یہان آئین   کبھی میری بھی وہان جائین
آدمی روز آتے جاتے تے   حقے بجرے بہی جاتے آتے تھے
میم صاحب تھین اپنے دل سے نیک

یہ مصرعہ براے بیت ہے۔   ہر بڑے دن کو بھیجتی تھین کیک

انکی بھی صاحب۔

سیویان پکا کے بھیجتی تھین   عید گھر مین منا کے بھیجتی تھین
باغ تھا اونکے پھول آتے تھے   انکی بیری کے بیر جاتے تھے

اس شعر کو مرزا رسوا صاحب نے کاٹ کے وہ شعر بنا دیا ہے جو اسکے بعد ہم لکھتے ہین مگر ہمارے خیال مین واقعہ کی اصلیت کا لطف اوسی شعر مین ہے۔

پھول اونکے چمن سے آتے تھے   باغ سے انکے آم جاتے تھے

ممکن ہے کہ باغ سے آم بھی جاتے ہون مگر مکان کی انگنائی مین جو بیری کا درخت تھا اوسکے بیرون کا بھیجنا انتہا سے راہ و رسم اور خلوص موافق ہم عورتون کے مذاق کے ظاہر کرتا ہے۔

مدتون تک یہ رسم جاری تھا   واہ کیا پاس وضعداری تھا
اگلے لوگون مین کیا محبت تھی   کسقدر بے ریا محبت تھی

اسمین شک نہین کہ اگلے لوگون مین سچی محبت کے نمونے پائے جاتے تھے اور یہ زمانہ کسی قدر خودغرض ہے۔

گو کہ مذہب خلاف تھا انکا   قلب اندر سے صاف تھا انکا

مذہبی تعصب بھی باوجود آزادی اور ترک ہو جانے رسوم فرضی کے اب زیادہ ہے۔

یہ مسلمان تھے وہ عیسائی   کچھ نہ ہرگز دلون مین بات آئی
وہ تعصب کو جانتے ہی نہ تھے   ایسی باتون کو مانتے ہی نہ تھے

ذکر مذہب تھا اور میں نا ممکن | دل دکھانا میں کسی کا کب ممکن
کس سے پوچھیں کدہر گئے وہ لوگ | ہائے افسوس مر گئے وہ لوگ

مرزا رسوا اور مس صاحبہ آپس میں کھیلا کرتے تھے۔ بچپنے ہی میں محبت دلوں میں اثر کر گئی تھی چنانچہ اس واقعہ کو مرزا صاحب نے اسطرح موزون کیا ہے۔

جس زمانہ میں تھا یہ رسم و راہ | جن دنوں تھا یہ چاہتوں کا نباہ
سنگ سے ہوئی مجھے الفت | بڑھ گئی رفتہ رفتہ کچھ وحشت
بڑھ گیا ارتباط حد سے سوا | ہو گیا اختلاط حد سے سوا
دل نازک کا خون ہو ہی گیا | رفتہ رفتہ جنون ہو ہی گیا

مگر یہ محبت یکطرفہ نہ تھی۔ بلکہ سچی اور بے لوث محبت کبھی یکطرفہ نہیں ہوتی۔

بسکہ ربط جانبین سے تھا | کل اوسے بھی نہ میں ہی چین سے تھا
سوا ظلم پر نظر نہ تھی ہمکو | نیک و بد کی خبر نہ تھی ہمکو

ایسی ہی محبت تھی جو بچوں میں ہوا کرتی ہے۔ مگر بات یہ تھی کہ انمیں ایک مرد ذات تھا اور دوسری عورت۔ ایسی محبت انجام میں کچھ رنگ ضرور لاتی ہے۔ مگر اوس زمانہ میں۔

دل میں کچھ خوف والدین نہ تھا | میرے دیکھے بغیر چین نہ تھا
دونوں کے دل میں چور اگر ہوتا | کیوں نہ ہمکو کسی کا ڈر ہوتا
جب نہو کچھ تو دل میں شک کیوں ہو | ملنے جلنے میں پھر جھجک کیوں ہو

واقعی جب دلوں میں صفائی ہوتی ہے تو آنکھیں کبھی نہیں چھپتیں۔

عشق صادق تھا پاک الفت تھی | مجھے بڑھ کر اوسے محبت تھی
وہ لڑکپن وہ کھیل کود کے دن | یاد آتے ہیں اب وہ عیش کے دن
وہ زمانہ جو یاد آتا ہے | دل پہ اک سانپ لوٹ جاتا ہے

اسکے بعد ان دونوں پر ناگہانی تباہی آئی۔ مرزا رسوا کے چچا نے انتقال کیا اور اسکے چند ہی روز کے بعد چچی بھی مر گئیں۔ بہتر ہے اس واقعہ کو بھی آپ مرزا رسوا کی زبانی سنئے۔

جبکہ عمو نے انتقال کیا | میں نے بھی عجیب حال کیا
بچپنے سے انہوں نے پالا تھا | ہوش جب تک وہیں سنبھالا تھا

اونکو مجھسے کمال الفت تھی   مجھکو اونسے بہت محبت تھی
پھر مِمی صاحبہ نے رحلت کی   اونکو بھی موت نے نہ مہلت دی

ٹیکہ گھر کا دیہ حال ہوا۔ اودھر سُنئے۔

اسی اثنا مین مر گئے صاحب   اس جہان سے گذر گئے صاحب
میم صاحب بھی کر چکین تھین قضا   سوفیہ گھر مین ہو گئی تنہا
الغرض دونون گھر تباہ ہوئے   وہ اودھر ہم ادھر تباہ ہوئے

مگر مرزا رسوا بعض وجوہ سے ماتم پرسی تک کو نہ جا سکے۔

گو کہ جانا مرا مناسب تھا   بعض وجہون سے نامناسب تھا
گرچہ دعوے تھا جانفشانی کا   خوف تھا مجھکو بدگمانی کا

اسلئے کہ سوفیہ کو اب صاحبہ کے ایک عزیز نے اپنی حفاظت مین لے لیا تھا وہ مرزا رسوا اور انکے خاندان کے رسم و راہ سے مطلع نہ تھا۔ دوسرے اختلاف قوم و مذہب ان خیالات نے انکو روکا۔

گو کہ یارای ضبط مجھکو نہ تھا   مگر ایسا بھی خبط مجھکو نہ تھا
کہ مری وجہ سے وہ ہو بدنام   ایسی باتون کا تھا بُرا انجام

ایسی حالت مین معشوقہ کی بدنامی کے لحاظ سے اپنے جذب دل اور اضطراب شوق کو روکنا طبیعت کے استقلال پر دلیل ہے۔

کہ مبادا اوسے ضرر پہونچے   دور تک عشق کا اثر پہونچے

اختلاف قوم و مذہب اور واقعات کی حیثیت بدلجانے کی وجہ سے یہ خیالات دل مین جاگزین ہو گئے تھے۔

واقعی اوسکو مجھسے نسبت کیا   اجنبیت ہو جب تو الفت کیا
کیا کرے سو وجو کوئی ہو مشتاق   عاشقی بھی ہے کوئی استحقاق
اوسکی پاپوش سے مرے کوئی   ایسے مرنے کو کیا کرے کوئی

مرزا رسوا کا وہ زمانہ شباب کا تھا۔ اب محبت کا رنگ بھی بدل گیا تھا۔

مجھپہ ظاہر ہے خود بھی حال اوسکا   نوش سے پاک تھا خیال اوسکا

ممکن ہے کہ اوسکی طبیعت مین اس قسم کا تغیر جس کا حس مرزا رسوا کو ہوا تھا ہوا ہو۔ وہ اوسیطرح ملی جسطرح پہلے ملتی تھی۔ یہان نگاہ بدل گئی تھی۔ اس موقع پر مجھے کیا

ایک شعر یاد آیا ہے۔

جوانی ہوتے ہی وہ ہوا اور بری کچھ ہو گئے ہر دل | کہاں کی پاکبازی ہم بھی اب نیت بدلتے ہیں

مگر مرزا رسوا نے ضبط و استقلال سے کام لیا چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

بات میں اوسکی کب بناوٹ تھی | اوسکی چتون میں کب لگاوٹ تھی
شامتِ اعمال کی اگر گھیرے | اوسکی گلیوں کے کم کرو پھیرے
کیا غرض ہے کہ وہ بلائے تمہیں | زعم کیا ہے کہ منہ لگائے تمہیں
تم سے آوارہ کو وہ چاہے کیوں | ایسے دیوانے سے نباہے کیوں
تم سے کیوں دل لگائے تم ہو کون | رحم کیوں اوسکو آئے تم ہو کون
دو دن تک یہی رہا احوال | ہو گئی غم سے میری زیست محال
غم نے پیدا کیا تھا دل میں فتور | چلے جو زخم تھے ہوئے ناسور
بے قراری ہلاک کرنے لگی | جانِ بے صبر چاک کرنے لگی

مگر یہ حال کبھی کسی سے نہ کہا۔ بلکہ

دل سے اس راز کو چھپاتا تھا | ضبط کو اپنے آزماتا تھا
عشق اور عقل میں لڑائی تھی | رات دن زور آزمائی تھی
میں نے روکا بہت طبیعت کو | سر سے ٹالا کیا اس آفت کو
رات دن دل کی لاگ سے جلنا | جس سے بہتر تھا آگ سے جلنا

مگر یہ محبت آخر رنگ لائی۔ کچھ نہ ہو سکا۔

سر پہ آئی بلا نہیں ٹلتی | سچ تو یہ ہے قضا نہیں ٹلتی

افسوس اسکے بعد کے چند ورق مثنوی نالۂ رسوا کے گم ہو گئے۔ صرف واقعات جو معلوم ہوئے ہیں وہ تحریر کئے جاتے ہیں۔
قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صاحبہ کو ماں باپ کے مرنے کے بعد اونکے کسی عزیز نے پہاڑ پر بھیج دیا تھا اور جائداد موروثی کورٹ ہو گئی۔
اس زمانے میں جو کچھ مرزا رسوا کے دل پر گزری اوسکا حال سوا اونکے یا خدا کے کوئی نہیں جان سکتا۔ صرف بیان میں یہی باتیں آ سکتی ہیں۔ نالہ و زاری کا بیقراری کا۔ راتوں جاگنا ستارے گننا۔ دن بھر منہ لپیٹے پڑے رہنا۔ بھوک کا جاتا رہنا۔ چہرہ کا زرد اور ہونٹوں کا خشک ہو جانا۔ چپکے چپکے دل سے باتیں کرنا۔ ہمنشینوں کی صحبت سے نفرت۔

ویرانوں کی سیر ۔ عاشقانہ اشعار پڑھتا ۔ یا خود موزوں کرتا ۔ مگر ان باتوں سے
دل کی اصلی حالت کا بیان بہت دشوار ہے جسپر گذرتی ہو وہی خوب جانتا ہے ۔
عشق وہ بری بلا ہے کہ وصل میں چین نہیں آتا ۔ ہجر کی مصیبتوں کو کوئی کیا بیان
کرے ۔ سچ تو یہ ہے ۔ ع ۔ خدا کسیکو اس آفت میں مبتلا نکرے ۔
مرزا رسوا کی طبیعت میں دیوانگی کا اثر اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا مگر اس کے
بعد جو دھچکا پہونچا اوسنے تو گویا مار ہی ڈالا ۔ مگر ہم اس آخری صدمے کا ذکر ملتوی
کر کے اسکے بعد بعض حالات تحریر کرتے ہیں ۔
چچا کے مرنے کے بعد اونکی کل جائداد پر انکی چچا زاد بہن قابض ہو گئیں تھیں ۔
چچا نے اپنی زندگی میں چاہا تھا کہ اپنی لڑکی کے ساتھ (جو اب جائداد پر قابض
ہو گئیں) نکاح کر دیں مگر آپ نے نہیں معلوم کس وجہ سے انکار کر دیا تھا غالباً
اس کی وجہ سوفیہ کی محبت ہو مگر اس کا حال ٹھیک معلوم نہیں ۔ اتنا جانتے ہیں
کہ چچا زاد بھائی بہنوں میں چچا کی زندگی تک بڑا میل رہا ۔ مگر جب سے اونکی
شادی ہو گئی وہ محبت بالکل عداوت سے بدل گئی ۔ اس سبب سے انکو چچا کے مرنے
کے بعد ہی اپنی فکر پڑ گئی ۔ خیر پھر بھی جب تک زندہ رہیں وہ بھی انکو سمجھا کیں ۔
اونکے مرنے کے بعد انکو سب سے بڑی مشکل یہ ہوئی کہ رہنے کا ٹھکانا تک
نہ رہا ۔ اگرچہ مکان موروثی تھا مگر انکے والد محجوب تھے اسلئے انکا کوئی حق اوسمیں
نہ تھا ۔ چچا زاد بہن کے ساتھ رہنا اور اونکے ٹکڑے کھانا اگر میل بھی ہوتا تو یہ
گوارا نکرتے اور اب تو بگاڑ تھا ۔ اس زمانہ میں انکی ایک کھلائی بوا گجبرو انکے کام
آئیں ۔ اونھیں کے پاس یہ رہنے لگے ۔ اسکول میں نام لکھوا لیا ۔ انگریزی پڑھنا
شروع کیا ۔ اس زمانہ میں درحقیقت یہ بہت پریشان تھے ۔ مگر ایک تائید
غیبی ہوئی ۔ جس کا بیان لطف سے خالی نہیں ۔ یہ حال ہمکو انکے ہم مکتب دوست
کی زبانی معلوم ہوا ۔
اوس زمانہ میں افلاس میں ایک دن یہ اپنے درجہ میں بیٹھے پڑھ رہے تھے ۔
اتنے میں اسکول کے صاحب نے انھیں بلوا بھیجا ۔ اور ایک لفافہ پاکٹ جیب
سے نکالا ۔ اور انکا اور انکے چچا کا نام دریافت کر کے کہا کہ تمہارے نام کسی نے
یہ نوٹ سو روپیہ کا بھیجا ہے ۔ لفافہ اور چٹھی تمہارے نام کی ہے ۔ مگر کاتب نے

اپنا نام نہین لکھا۔ چٹھی یہ موجود ہے۔
مرزا رسوا قوت اور وہ لفافہ اور چٹھی لیکے چلے آئے۔
یہ تائید غیبی صرف ایکمرتبہ نہین ہوئی بلکہ طالب علمی کے زمانہ مین وقتاً فوقتاً ہوتی رہی۔ مگر اسطرح کے خطوط سب صاحب کی معرفت آیا کیے اس لیئے اکثر لوگون کو یہ حال معلوم تھا۔
انکو مدرسہ مین پڑہتے کوئی چھ سات برس گذر رہے ہون گے کہ مس صاحبہ کا علاقہ اور جاءداد کورٹ سے چھوٹ گیا اور وہ لکھنؤ مین آکر اپنی کوٹھی مین رہنے لگین مگر نہین معلوم انہین کیا ہوگیا تھا کہ نہ جانا تھا نہ گئے۔ اوس زمانہ کے خیالات مرزا رسوا نے خود نظم کئے ہین وہ ہم تحریر کیئے دیتے ہین۔ ان مضامین مین ہمکو شاعرانہ کورد معلوم ہوتی ہے مرزا صاحب اپنے خیالات کو اچھی طرح نہین بیان کرتے بہت کچھ چھپاتے ہین مگر پھر چھپ نہین سکتا۔ انمین ایک خاص باریکی ہے جس کو ناظرین سمجھ لین گے۔
یہ خیال اوسوقت کے ہین جب وہ پہاڑ پر سے آچکی ہین۔

تھا مرے دل مین ایکدیہ بھی خیال — مین ہون نادار وہ ہی صاحب مال
اجنبی قوم غیر مذہب ہے — بات اتنی ہی جاے جواب ہے

اسمین شک نہین کہ مرزا رسوا بہت ہی غیور ہین اور اسکے ساتھ ہی طبیعت مین احتیاط اور رشک حد سے زیادہ ہے۔

تھی بزرگو نکی کچھ خصوصیت — اب نہ وہ لوگ ہین نہ وہ حالت
کیا عجب ہے وہ التفات نہو — پہلے جو بات تھی وہ بات نہو
گو کہ ہو دل مین آرزوی محال — کیون کرے جستجوے محال
غم فرقت عذاب ہو کہ نہ ہو — دل مضطر کو تاب ہو کہ نہ ہو
چاہیئے دل پہ صبر ہی کرنا — اب مناسب ہے صبر ہی کرنا

ہائے یہ مصرعہ کس دل سے کہا ہوگا۔

مفلسی باعث مذلت ہے — دل مین رکھو اگر محبت ہے
وصل کیا! یہ خیال ہی کیا ہے — ایک دل ہے وہ مال ہی کیا ہے
چھوڑیئے اس خیال باطل کو — کون پوچھے گا آپ کے دل کو

اب وہ حالت بدل گئی ہو گی — وہ طبیعت بدل گئی ہو گی
نہ وہ دن ہی رہے نہ وہ راتیں — اب کہاں میل جول کی باتیں
کہیں ایسا نہ ہو کہ خفت ہو — نہ ملے وہ تو اور ذلت ہو
میں نے مانا کہ وہ ہیں نیک صفات — پھر بھی یا میں مرد ہوں وہ عورت ذات
شرم ہے عورتوں کی طینت میں — اجنبیت ہے انکی فطرت میں
مجکو دعوے برابری کا ہے — آج تک زعم ہمسری کا ہے

یہاں سے دو تین شعر قابل غور ہیں۔

اور کچھ واقعے ہوئے اکثر — جس سے چھپنے لگی اونسے میری نظر
اب نہ جانا مرا ضروری ہے — منھ چھپانا مرا ضروری ہے
وہ عنایت جو میرے حال پہ تھی — نہیں معلوم کس خیال سے تھی
تجسے الفت ہی تھی یہ کیوں سمجھو — اس میں پہلو ہے اور یوں سمجھو
بسکہ خوش خلق اور فہیم ہے وہ — صلۂ خدمت قدیم ہے وہ
دلمیں جسکے جو پاس عزت ہے — منھ دکھانا خلاف غیرت ہے
ذکر اخلاص و جانفشانی کیا — شکر احسان تنطق زبانی کیا
اسمیں اک یہ غضب کا پہلو ہے — کہ یہ حسن طلب کا پہلو ہے
گو کہ احسان جزائے احسان ہے — مگر اسمیں بھی شرط امکان ہے
مجکو امکان ہی نہیں پھر کیا — کوئی سامان ہی نہیں پھر کیا

مرزا رسوا صاحب کا خیال حسب ظاہر بہت صحیح تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اب وہ بچپن کی بات جانے دو — بھول جاؤ اب اوس زمانے کو
اوس زمانہ میں بھی اوسے الفت — وہ محبت ہو باعث نفرت
وہ تپاک اب اوسے پسند نہو — رسم سابق پہ کاربند نہو
بن گئے انجان اگر نہ پہچانے — جسپہ کر دل میں کچھ برا مانے
اب یہ فریاد کیا ہے آہیں کیوں — تمہیں سمجھو وہ تم کو چاہیں کیوں
تم بھی نام خدا ہو اس قابل — تم پہ ہو مہربان کسی کا دل
دوستی اوس سے بھی کبھی جب بھی — تو ہی اے دل بتا مجھے کب تھی
کیوں عبث حال غیر ہے رسوا — پھر وہی ذکر غیر ہے رسوا

مرزا رسوا صاحب - ان خیالات سے خاموش ہو کے بیٹھ رہے تھے - مگر اوسی
زمانہ مین یہ خط انکو ملا - جس کا ترجمہ لفظ بلفظ یہان لکھا جاتا ہے

میرے پیارے دوست - واقعی تم بڑے بے مروت ہو - ہم پر کیا کیا آفتین گذر
گئین اور تمنے خبر نہ لی - مان باپ دونون قضا کر گئے - ہم شہر سے کالے کوسون
دور بھیج دیئے گئے - برسون گویا قید ہی رہے - تم کو ان باتون کی خبر ضرور ہوئی
ہوگی - مگر افسوس ہے کہ تمنے ایک پرچہ خط بھی کبھی نہ لکھا -
مجھکو تمہارا پتہ معلوم نہ تھا نہین تو میری طرف سے پہل ہوتی - اب آیا کے لڑکی
ہے جس کا میان مارٹیمیر کالج مین نوکر ہے معلوم ہوا کہ تم وہان پڑھتے ہو اوسی
پتہ سے تم کو خط لکھا ہے یقین ہے کہ ضرور ملے - جلد جواب لکھو - بلکہ خود آؤ -
اگر تم مین کچھ بھی انسانیت اور وفاداری کا شائبہ ہو تو ہم سے ضرور ملو - ہم اوسی قدیم
کوٹھی مین رہتے ہین - جہان لڑکپن کے دنون مین کھیلا کرتے تھے وہ درخت اب
تک موجود ہین جن پر ہم چڑھ کے چڑیون کے گھونسلے اوجاڑا کرتے تھے - وہ حوض
ابھی باقی ہے جس مین کشتون چھپا ہوئی تھی وہ تمہارا ایک دن روٹھ
جانا اور مجبور کے درخت کے نیچے بچل کے بیٹھ جانا اور میرا بگڑ کے کوٹھی مین چلا
جانا آج تک آنکھون مین پھرتا ہے -
بعض امور کا جو تمہین خیال ہے اوسکو دل سے دور کرو - دوستی مین ایسی نازک
خیالیون سے کام نہین چلتا - کیا تم مجھکو انسان نہین سمجھتے اگر ایسا ہی تو مجھے
تمہاری بدگمانی پر افسوس ہے اور تمہین مجھسے معافی مانگنا چاہیئے - مگر
مین تم سے خود معافی مانگتی ہون کہ مین نے یہ دو تین کلمے کیون لکھے ممکن
ہے کہ تم کسی اور وجہ سے نہ آتے ہو - بہرطور اب آؤ اور جلد آؤ - مجھے تم سے
ایک اور ضروری کام ہے جسکا اظہار اس خط مین مناسب نہین -

تمہاری لڑکپن کی دوست

سوفیہ

اصلی ترجمہ تو وہ ہے جو ہم نے اوپر لکھا لیکن شاید اس چٹھی کو مرزا رسوا نے ناول رسوا
مین اسطرح لکھا ہے - اس ترجمہ مین اور اوسمین کچھ زیادہ فرق نہین ہے - ایک
اختلاف البتہ قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ سوفیہ نے میرے پیارے دوست القاب

لکھا ہے۔ اور مرزا رسوا اپنے تخلص کو داخل کرتے ہیں۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کو انکی شاعری اور تخلص سے اوسوقت تک اطلاع نہ تھی۔

خط میں لکھ رہی تھا تو پیر رُسوا　　مدتوں سے تجھے نہیں دیکھا
ہم پہ کیا کیا مصیبتیں گذریں　　کیسی کیسی قیامتیں گذریں
تم نے اک دن خبر نہ لی آکے　　یہ توقع کبھی نہ تھی تم سے
کیا بزرگوں ہی تک تھی غمخواری　　کیا ہوئی ہائے وہ ملنساری
یاد کیجیے مگر نہ آئیں اگلے لوگ　　فی الحقیقت وہی تھے اچھے لوگ
تم سے ابّا کو کیا محبت تھی　　مادر کو بھی تجھ سے الفت تھی
سامنے اونکے آتے تھے اکثر　　کھیلتے کودتے تھے دن دن بھر
اونکے مرتے ہی تم نے منہ موڑا　　اس طرف کا خیال ہی چھوڑا
تم وہ سب رسم و راہ بھول گئے　　دوستی کا نباہ بھول گئے
کیا وہ بچپن کے کھیل یاد نہیں　　وہ لڑکپن کے میل یاد نہیں
ابھی اوجڑا نہیں وہ گھر وہ باغ　　دور اتنا نہیں وہ گھر وہ باغ
چلتے پھرتے اگر ادھر آتے　　آپ کے پاؤں کچھ نہ تھک جاتے
کسقدر تم بھی بے مروت ہو　　لوج! اتنے کسیکو الفت ہو
ہو تو ساتھ چولی دامن کا　　کہیں ملتا ہے دوست بچپن کا
مجھکو گھر کا پتا نہ تھا معلوم　　تم کہاں ہو ذرا نہ تھا معلوم
کہہ گیا جب سے وہ قدیم مکان　　نہیں معلوم مجھکو ٹھیک نشان
تم بہت یاد آتے ہو کل سے　　خط لکھا ہے یہ میں نے جنگل سے
سنتی ہوں مارشہر میں ہو تم　　جو یہ سچ ہے تو خط ہوگا گم
کیا عجب ٹھیک وقت پر پہونچے　　جلد لکھنا جواب اگر پہونچے
بلکہ کیا ہے جواب کی حاجت　　خود ہی آؤ اگر ملے فرصت
جانتی ہوں سبب نہ آنے کا　　لغو ہے عذر منہ چھپانے کا
تم ہو انسان تو میں بھی ہوں انسان　　کیا سمجھتے ہو مجھکو تم نادان
میں سمجھتی ہوں ہاں غیور رہو تم　　رہو تم باظل میں اپنے دور ہو تم
خیر یہ ہے کہ دل سے ہو تم صاف　　دوستانہ شکایتیں ہوں معاف

اب نہیں تاب انتظار مجھے
بھر کے دے جام خوشگوار مجھے

مرحبا یا نصیب یا قسمت
راہ پر آئے ستم تو خدا قسمت

آسمان مجھکو دے مبارکباد
کہ ہوا قید غم سے میں آزاد

قاصدِ شوق حرزِ جان لایا
نامۂ یار بہر جان آیا

میں ہوں اب اور آستان حبیب
نہ غم پاسبان نہ خوف رقیب

خانۂ دل سے کلفتیں نکلیں
حسب دلخواہ حسرتیں نکلیں

مل گئی غم کی داد منہ مانگی
پائی دل کی مراد منہ مانگی

آج گویا کہ ہے برات کی رات
اور ہے انتظار رات کی رات

مژدہ اے دل کہ عید کا دن ہے
مژدہ اے چشم دید کا دن ہے

غرضکہ وہ رات پہاڑ ہو گئی - مگر

دل سے حیلے ہزار ہا کر کے
رات کاٹی خدا خدا کر کے

صبح ہوتے ہی اپنے بستر سے
ہاتھ منہ دھو کے ہم چلے گھر سے

عازم کوئے گلعذار ہوئے
جا کے اوس شوخ سے دوچار ہوئے

دوستانہ ملی وہ جان جہان
اوسکی باتوں پہ دل ہوا قربان

پہلے شکوے ہوئے جدائی کے
ذکر پھر میری کج ادائی کے

مجکو ہونا تھا شرمسار آخر
ہمیں ٹھہرے گناہگار آخر

کیوں نہ آئے یہ اونسے کیا کہتے
نہ بنا کچھ بجز "بجا" کہتے

عذر یارا ہاں شتا نہ گیا
دل میں جو تھا بیان کیا نہ گیا

ذکر افلاس نامناسب تھا
اونسے کہتے یہ کیا مناسب تھا

سر سے الزام کس طرح ٹلتا
وہی بیچے تھے عذر کیا چلتا

بات میں تھا پھنسے کے الجھاوے
سخت مشکل تھے جسکے سلجھاوے

جب گناہ اپنا ہم نے مان لیا
جان نثار اوسنے اپنا جان لیا

پھر خطائیں مری معاف ہوئیں
گتھیاں جو پڑی تھیں صاف ہوئیں

اسکے بعد مطلب کی باتیں شروع ہوئیں۔

تھی اوسی وجہ سے یہ گفت و شنید
اوسی مطلب کی تھی یہ سب تمہید

قول ہارو تو کچھ زبان سے کہیں
ورنہ کیا فائدہ ہو چپ ہی رہیں

پھر وہ کہنے لگی کہ اے رسوا   تم سے اک مدعا بھی ہے میرا
نفع ذاتی پہ ہے نظر سب کی   بس ہے دُنیا جہان مطلب کی
میرا کہنا کہین فضول نہ ہو   کیون کہون مین اگر قبول نہ ہو
اسلئے تم سے لیتی ہون اقرار   کہین ایسا نہ ہو کہ ہو انکار
واقعی ہے وہ کام محنت کا   امتحان ہے تمہاری الفت کا
باتون باتون مین اوسنے سحر کیا   ہاتھ مین ہاتھ دے کے قول لیا
پھر ہوے درفشان لب گفتار   اسطرح حرف زن ہوئی وہ نگار
بات یہ ہے کہ مین ہون عورت ذات   اور علاقہ کی فکر ہے دن رات
مجھسے یہ کام ہو نہین سکتا   کچھ سرانجام ہو نہین سکتا
اسمین کچھ جد و کد کی حاجت ہے   کچھ تمہاری مدد کی حاجت ہے
میرے لایق یہ کاروبار نہین   غیر کا مجھکو اعتبار نہین
اپنے ذمہ یہ کام لو مجھ سے   اختیارات عام لو مجھ سے
ہوگے میری طرف سے تم مختار   جانچ لو کاغذات اسامی وار
خود علاقہ کا بند و بست کرو   جو کہ سرکش ہین اونکو پست کرو
ذکر ہی کا نہ سلسلہ سمجھو   اسکو اپنا معاملہ سمجھو
تم سمجھتے ہو میری خصلت کو   جانتے ہو مری طبیعت کو
سنکے اوس مہ لقا کی یہ گفتار   چاہتا تھا کہ مین کرون انکار
دوستی کے خیال نے روکا   آرزوے وصال نے روکا
گو کہ تھا میری مصلحت کے خلاف   مگر اچھا نہ تھا جواب صاف
کہہ رہا تھا وہ مرد دل گمراہ   ماننا ہی پڑے گا خواہ مخواہ
دل طرفدار ہوگیا اوس کا   مدعی یار ہوگیا اوس کا
عشق کو مصلحت سے کام نہین   اسکو پروائے ننگ و نام نہین
پھر بھی مین نے دبی زبان سے کہا   چل سکیگا یہ کام مجھ سے کیا
مجھکو کیا اسمین دخل ہے مجھکو   تجربہ ہے نہ عقل ہے مجھکو
مین کہان حسن انتظام کہان   مین کہان اور اہتمام کہان
واقعی مین نہین ہون واقف کار   تجربہ کار چاہیئے مختار

گو مین کوشش کرونگا تا امکان — پھر بھی ممکن ہے ہو کوئی نقصان
جو مین کہتا ہون اوسکو سمجھو تو — اور لوگون کی مصلحت لے لو
بولی جھنجھلا کے مصلحت کیسی — آپ کو اس سے کیا ہماری خوشی
مجھکو باور نہین کہ ہو نقصان — کچھ تو ہے میرے دل کو اطمینان
عرض کی مین نے مجھسے ہونگے قصور — ہنس کے کہنے لگی ہمین منظور
بات کو میری ٹالتے ہو عبث — حجتین کیون نکالتے ہو عبث
عذر باطل پہ کس قدر کد ہے — کج ادائی کی بھی کوئی حد ہے
ہمین کچھ عذر چل نہین سکتا — کوئی پہلو نکل نہین سکتا
خیر سمجھا چکی مین تا مقدور — صاف کہدو ہمین نہین منظور
دیکھ لی مین نے آپکی اُلفت — اب نہ کہنا کہ مجھکو تھی اُلفت
سوچئے دل مین آپ کیا سمجھے — غیر سمجھے مجھے برا سمجھے
تم کو ایسا نہ جانتے تھے ہم — کیسے بیدید ہو خدا کی قسم
نوکری میری عار سمجھے ہو — مجھکو بے اعتبار سمجھے ہو
جب بگڑنے لگی وہ ماہ لقا — منفعل ہوکے مین نے عذر کیا
کہ مجھے ہر طرح سے ہے منظور — کرون انکار میرا کیا مقدور
تن دہی مین کرونگا تا امکان — دل و جان سے ہون بندۂ فرمان
عار کا ذکر کیا مین خادم ہون — خود ہی اپنی خطا پہ نادم ہون
بلکہ نازان ہون اس عنایت پر — فخر ہے مجھکو اپنی قسمت پر
مہربانی کا مدعا سمجھا — دل مین تم خود سمجھ لو کیا سمجھا
اس عنایت مین جو نزاکت ہے — اوسکو سمجھے یہ کسکی طاقت ہے
ہنسکے بولی بہت ہی مغرور ہو تم — مانتی ہون بڑے غیور ہو تم
آج سے ایک کام کیجئے گا — دوستی کو سلام کیجئے گا
[illegible] دوستی کے خلاف — آپ [illegible] ہین یہ قصور معاف
الغرض بعد حجت بسیار — اوس نے ضد کرکے لے لیا اقرار

دوسرے دن سے کام کرنے لگا
گھر کا سب انتظام کرنے لگا

خلاصہ تقریر یہ ہے کہ مرزا رسوا کے نام قرار نامہ ہو گیا۔ چند روز لکھنؤ میں رہے علاقہ کے حالات سے جہاں تک مس صاحبہ واقف تھیں اسکی یاد داشتیں لکھیں پھر علاقہ پر گئے۔ یہاں انکو بڑی دقتیں پیش آئیں بقول شخصے کھیت کا کھیت تک نہ دیکھا تھا۔ اول تو یہ لکھنؤ کے رہنے والے نازک مزاج آدمی بجز کاری کا یہ سال کہ چند روز گنواروں نے خوب بنایا۔ مگر دل میں جس بات کا ارادہ اور شوق ہوتا ہے اوسکی کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آتی ہے۔ مرزا صاحب کا نوکر نوروز علی کسانی کے کام میں بہت ہوشیار تھا لکھنؤ سے اوسے بلوا کے ضلع دار مقرر کیا اور قرار واقعی بندوبست کیا رفتہ رفتہ یہ خود بھی واقف کار ہو گئے کام چلنے لگا۔ کئی سال یکساں یہی حال رہا۔

مرزا رسوا اور مس سوفیہ کے تعلقات ویسے ہی تھے جو انگریزی منگیتروں کا سنا جاتا ہے۔ انگوٹھیاں بدل گئی تھیں۔ چاہ اور بیاہ کے اقرار ہو چکے تھے۔ ظاہر میں بالکل انداز عاشق معشوق بلکہ میاں بیوی کا تھا۔ دلوں میں پاکبازی تھی آتش شوق کے شعلے بلند تھے۔ دونوں ایک ہی آگ میں جل رہے تھے۔ دونوں بیتاب۔ دونوں بے قرار۔ صبر کا امتحان ضبط کی آزمائش۔ غرضکہ عجب حالات تھے جنکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہیں ایسا معاملہ ہو۔

اس اثنا میں مس صاحبہ نے بمبئی جانیکا ارادہ ظاہر کیا۔ مرزا رسوا صاحب سے کہا تم یہیں ٹھیرو میں آٹھ سات دن میں چلی آؤں گی مگر انہیں تاب کہاں تھی ساتھ چلنے کے لیئے ضد کی آخر انہیں بھی ہمراہ لیا۔ دونوں خوشی خوشی بمبئی روانہ ہوئے وہاں جا کے ہوٹل کے دو کمرے کرایہ پہ لیئے ایک میں مرزا رسوا کو اتارا دوسرے میں خود اوتریں۔ بمبئی کی خوب سیریں ہوئیں۔ صبح سے گاڑی پر سوار ہو کے نکلنا شام تک گشت کرنا جب کھانے کا وقت آیا کسی ہوٹل میں اوتر پڑے کھانا کھایا یا گاڑی پر ساتھ لے لیا۔ راتوں کو تھیٹر وغیرہ میں جانا غرضکہ ایک ہفتہ تک خوب جشن کیا۔

ایک دن سر شام سے مس صاحبہ نے کہا۔ میرے سر میں درد ہے آج میں تماشہ میں نہ جاؤنگی۔ کھانے وانے سے فراغت کر کے نو بجے سونے کے کمرہ میں چلی گئیں۔ مرزا رسوا بھی اپنی جگہ سو رہے۔ دوسرے دن صبح کیوقت دونوں ایک ہی ساتھ

جایا کرتے تھے۔ آٹھ بجے سے زیادہ دیر ہوگئی مس صاحبہ شہر آمد ہوئیں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مرزا رسوا نے انتظار کیا اس خیال سے کہ شاید رات کو مزاج درست نہ تھا۔ صبح کو آنکھ لگ گئی ہوگی۔ جب بہت دیر ہوئی تو کمرے کے دروازے پر جاکے دروازہ کو کھٹکایا کوئی آواز نہ آئی۔ مرزا رسوا دل میں کہتے ہیں یا اللہ کیا ماجرا ہے۔ سونے کے کمرے میں بلا اجازت چلے جانا انگریزی تہذیب کے خلاف ہے۔ مگر کہاں تک انتظار کیا جاتا آخر دروازہ کھولا۔ پہلے آواز دی جب جواب نہ آیا اندر گئے۔ دیکھا مس صاحبہ ندارد ہیں۔ کمرہ خالی پڑا ہے۔ مرزا رسوا کی آنکھوں میں اندھیرا سا آگیا۔ ہوٹل کے نوکروں سے پوچھا۔ معلوم ہوا مس صاحبہ نے رات کو گیارہ بجے گاڑی مانگی تھی سوار ہو کے کہیں گئیں۔

اب تو مرزا رسوا صاحب کے ہاتھ کے طوطے اوڑ گئے۔ کیوں گئیں کہاں گئیں اسی شش و پنج میں تھے کہ لکھنے کی میز پر ایک لفافہ مس صاحبہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا انکے نام کا ملا۔

جلدی جلدی لفافہ کھولا۔ لکھا تھا۔

میرے پیارے۔ تم میرے دفعتہً بے اطلاع غائب ہو جانے سے ملول نہ ہونا۔ بات یہ ہے کہ بمبئی میں میں صرف سیر و سیاحت کے لئے نہیں آئی تھی ایک خاص مطلب تھا۔ مگر اوسکا اظہار تم سے مناسب نہ تھا مجھے لکھنؤ میں معلوم ہوا تھا کہ میری پھوپھی جو پیرس میں رہتی تھیں کروروں کی جائداد چھوڑ کے انتقال کر گئیں۔ سوا میرے اونکا کوئی وارث نہیں ہے۔ اونکے مختار کے خط سے معلوم ہوا کہ وصیت نامہ بھی میرے نام کا کر گئی ہیں۔ مگر اسکے لئے مجھکو پیرس جانا ضرور ہے۔

ایک تو حساب فہمی کے لئے دوسرے اس مطلب سے کہ وہاں اکثر اراضی اور مکانات وغیرہ ہیں اونکو فروخت کرنا اور روپیہ نقد کر لینا ہے۔

میں تمہیں اپنا شوہر اور لکھنؤ کو اپنا وطن سمجھتی ہوں اور در حقیقت ایسا ہی ہے مگر اس معاملہ کے لئے (تم سمجھ سکتے ہو) کہ میرا جانا ضروری تھا۔ اور تمکو ساتھ نہ لیجانے میں یہ مصلحت تھی کہ ولایت کے لوگ جنہیں اکثر میرے دور کے رشتہ کے عزیز بھی ہیں تمہیں ہمراہ دیکھکر برا مانتے اور شاید میرے معاملات میں کچھ مشکلیں پڑ جائیں بلکہ ممکن تھا کہ ناکامیابی ہوتی۔ وہاں کے اکثر لوگ مجھے اتنی بڑی جائداد کی وارث

مجھکو امید ہو ہم سے خوشامد میں کام کرینگے - یقین ہے کہ بہت جلد کل جائداد نقد
جنس میرے قبضہ میں آجائے - میرے اندازہ سے تین ماہ میں بالکل فرصت
ہوجائیگی - اسکے بعد میں دم بھر وہاں نہ ٹھیرونگی - اس درمیان میں تمکو خطوط
لکھتی رہونگی - اسمیں شک نہیں کہ تم مجھے وفادار جانتے ہو مگر مزید اطمینان
کے لئے میں نے لکھنؤ کی کل جائداد کا بیع نامہ تمہارے نام کردیا ہے - کاغذات
ضروری میرے بکس میں موجود ہیں -

جس وقت تمکو یہ خط ملیگا میں بمبئی سے بہت دور نکل گئی ہونگی - جہاز مرویبرگ
نامے ٹھیک ساڑھے بارہ بجے روانہ ہوگا جس پر میں فرانس جاتی ہوں -

تم آج ہی لکھنؤ چلے جاؤ - اور تین مہینہ انتظار کرو - پھر خدا وہ دن لائیگا کہ ہم تم
دونوں باغ کے صحن میں شام کے وقت بیٹھے ہونگے کیا ہوتا ہوگا - تم اپنی غزلیں
پڑھتے ہوگے میں سنتی ہونگی - چند روز اور انتظار کرو فقط

راقمہ

تمہاری سوفیہ

بمبئی - گرینڈ ہوٹل

- - ۲۹ ستمبر

مکرر یہ ہے

میرے باغ کو درست رکھنا جو آم کے درخت جو میں نے نئے لگائے ہیں ان کا مجھے
بہت خیال ہے مالی پر تاکید رکھنا - بھاگنے نہ پائیں -

اس خط کو دیکھکر مرزا رسوا کے دل پر جو کچھ صدمہ گذرا گذرا مگر پھر دل کو تسکین دیکے
لکھنؤ چلے آئے -

ایک خط مدن سے آیا تھا - دو تین خط پیرس سے آئے تھے - انہیں مقدمات
کا مفصل حال تھا - اسکے بعد پیرس سے روانہ ہوتے وقت ایک تار دیا -

"ہم آج ٹوبیرنا نامے جہاز پر ہندوستان روانہ ہوئے"

تار کے آنے کے بعد دن گنے مرزا رسوا گھڑیاں گننے لگے - مگر وہ جہاز نہ آج آتا ہے
نہ کل -